ذاتی تشخص ہے۔ اس معاملہ میں عورت لازماً اپنے شوہر کے تابع نہیں ہے۔ وہ دینی و اخلاقی طور پر ایک آزادانہ تشخص کی مالک ہے۔ اس کے اندر اگر بھلائی' نیکی اور خیر ہے تو وہ اسی کے لئے ہے' لیکن برائی' بدی اور سرکشی ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر آئے گا۔ چونکہ اسلام کے عائلی نظام میں مالی اعتبار سے شوہر بیوی کا کفیل ہوتا ہے لہٰذا ہمارے ہاں بعض خواتین کو غیر شعوری طور پر یہ مغالطہ لاحق ہو گیا ہے کہ شاید نیک کام کرنا' بھلائیاں کمانا اور دین کی خدمت کرنا' یہ صرف مَردوں کے کرنے کا کام ہے۔ اور مَرد اگر یہ کام کرلیں تو عورتوں کے لئے کفایت کرے گا۔ اس مغالطہ کی ان آیات مبارکہ کی روشنی میں مکمل اصلاح ہو جانی چاہئے۔ اس کے لئے میں پھر وہی الفاظ دوہرا رہا ہوں جو سورۃ النساء کی آیت ۳۲ میں آئے کہ ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

• ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
• دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں
یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟
ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصوّر

از: ڈاکٹر اسرار احمد

عمدہ کمپیوٹر کتابت ● صفحات ۴۸ ● قیمت: اشاعت خاص ۸/- ' اشاعت عام ۴/-

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

کتابتِ مصاحف اور عِلمِ ضبط (۲)

علاماتِ ضبط کی ابتداء' ان کے متنوع ارتقاءاور ان کے زمانی اور مکانی ممیّزات کا اجمالی جائزہ

—— پروفیسر حافظ احمد یارؒ ——

۱۰۔ باتفاقِ روایات ابو الاسود الدؤلی تابعین میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم نحو کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی قرآن مجید میں نقطوں کے ذریعے شکل (حرفوں کی آواز کو علامات کے ذریعے متعین کرنا) کے ایک نظام کی ابتداء کی[۱۷] ابو الاسود کے اس کام پر آمادہ ہونے کے محرکات کی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کا باعث ان کا عبیداللہ بن زیاد کا اتالیق ہونا بنا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک موقع پر انہوں نے خود اپنی بیٹی کو غلط عربی بولتے سنا۔ تیسری وجہ یہ ہوئی کہ کسی عدالت میں مدعی نے اپنا کیس بالکل غلط عربی میں پیش کیا۔ چوتھی اور مشہور روایت' جس کا تعلق بھی براہ راست قرآن سے ہے' یہ ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو سورۃ التوبہ کی تیسری آیت میں لفظ "وَرَسُوْلُهٗ" جر کے ساتھ (وَرَسُوْلِهٖ) پڑھتے سنا[۱۸] ممکن ہے یہ ساری وجوہ ہی درست ہوں' جن کی بنا پر ابو الاسود نے نحو کے کچھ قواعد بھی مرتب کرنے کی ابتداء کی۔ بیان ہوا ہے کہ انہوں نے تیس آدمیوں کا انٹرویو لینے کے بعد ایک نہایت درست لہجے اور صاف تلفظ والے سمجھدار پڑھے لکھے آدمی کا انتخاب کیا[۱۹] ایک مصحف دے کر اسے اپنے سامنے بٹھایا اور خود آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ شخص مذکور کو الفاظ کے تلفظ کے وقت قاری کے منہ' ہونٹوں اور زبان کی حرکات کے لئے حروف پر مختلف جگہ پر سرخ سیاہی سے ایک خاص انداز میں نقطے لگانے کی ہدایت کی۔ ایک دن یا ایک مجلس میں کئے ہوئے کام پر وہ خود نظرثانی کرتے تھے' یہاں تک کہ پورے قرآن مجید پر "نقاطِ شکل" لگانے کا کام مکمل

ہو گیا۔[۲۰]

☆ ابو الاسود کے کام کا خلاصہ یہ ہے کہ :

۱۔ انہوں نے حرفوں کی آواز (حرکت) کو نقطوں سے ظاہر کیا۔

۲۔ یہ نقطے قرآن کی کتابت میں استعمال شدہ (کالی) سیاہی سے مختلف رنگ میں لگائے گئے۔ بالعموم یا کم از کم ابتداء میں ان علامتی نقطوں کے لئے سرخ رنگ ہی استعمال کیا گیا۔

۳۔ زبر (فتحہ) کے لئے متعلقہ حرف کے اوپر ایک نقطہ' زیر (کسرہ) کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش (ضمہ) کے لئے حرف کے سامنے یعنی آگے بائیں طرف ایک نقطہ اور تنوین کے لئے دو دو نقطے مقرر کئے گئے۔

☆ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو الاسود کو حرکات بذریعہ نقاط متعین کرنے کا خیال سریانی یا عبرانی زبان میں مستعمل طریقہ (حرکات بذریعہ نقاط) سے پیدا ہوا[۲۱] جبکہ بعض اس نظریہ کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے بلکہ اس عمل کو ابولاسود کی ایجاد قرار دیتے ہیں۔[۲۲] بہرحال ابو الاسود نے ابتداء صرف حرکاتِ ثلاثہ اور تنوین کو ہی نقطوں سے ظاہر کیا۔[۲۳] (باقی علامات بعد کی ایجاد ہیں)۔ کتابت مصاحف میں اصلاح یا تکمیل رسم عثمانی کے لئے علامات ضبط مقرر کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔ اور یہ علامات بھی تمام الفاظ کی بنائی حرکات کے لئے نہیں بلکہ زیادہ تر صرف اعرابی حرکات کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کی گئی تھیں اور اس لئے ہی اسے نَقْط الاعراب کہتے تھے۔[۲۴]

۱۱۔ ابو الاسود کا یہ طریقہ بہت جلد کوفہ کے بعد بصرہ اور پھر مدینہ منورہ تک کے مصاحف میں استعمال ہونے لگا (خیال رہے کہ عموماً بڑے شہر ہی کتابت مصاحف کے مرکز رہے ہیں) اگرچہ نقطوں کے لئے مختلف شکل اور مختلف جگہ بھی استعمال ہونے لگی۔ مثلاً کوئی نقطے کو گول رکھتا اور اس لئے اسے "النقط المدور" بھی کہتے تھے 'بعض نقطے کو مربع شکل میں لکھتے اور بعض اسے اندر سے خالی گول دائرہ (ο) ہی بنا دیتے۔[۲۵] مکہ مکرمہ میں ضمہ (پیش) کا نقطہ حرف کے (بائیں طرف سامنے کی بجائے) اوپر اور فتحہ (زبر) کا نقطہ حرف کے اوپر کی

بجائے اس سے پہلے دائیں طرف لگانے کا رواج ہو گیا۔ (۲۶)

کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کا یہ پہلا تنوع تھا جس کی بنا پر عموماً یہ پتہ چل جاتا تھا کہ کسی مصحف کی کتابت کس شہر یا کس علاقے میں ہوئی ہے۔

۱۲۔ ابوالاسود کی اس "اصلاح" کے باوجود ابھی تک یکساں صورت رکھنے والے حروف کی باہمی تمیز کے لئے کوئی تحریری علامت نہیں تھی اور ان کی درست قراءت کا انحصار تلقی و سماع پر ہی تھا۔ (۲۷) عبدالملک اموی کے زمانے میں جب عربی کو دفتری زبان بنا دیا گیا تو نہ صرف قرآن کریم بلکہ عام عربی تحریر کو بھی اس التباس سے بچانا ضروری معلوم ہوا۔ خلیفہ کی اس خواہش کو عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے یوں پورا کیا کہ اس کے حکم پر بصرہ کے علماء میں سے ابولاسود ہی کے دو شاگردوں نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے عربی زبان کے اب تک رائج اٹھارہ حرفوں کو ان کی آوازوں کے مطابق اٹھائیس حرفوں میں بدلا اور چھوٹے چھوٹے نقطوں کے ذریعے متشابہ حروف کو باہم متمیز کر دیا۔ خیال رہے کہ ان اٹھائیس حروف کے (ان کی آوازوں کے لحاظ سے) نام پہلے سے الگ الگ موجود تھے، صرف ان کی کتابت کی شکلیں اٹھارہ تھیں (مثلاً "ح" کو ہی ج ح خ کہتے تھے) حرفوں پر اس قسم کے نقطے لگانے کے عمل کو اعجام کہتے ہیں۔ حرکات اور اصوات کے لئے، (دؤلی کے رائج کردہ) نقطوں کے برعکس، اعجام کے نقطے اسی سیاہی سے لگانے تجویز ہوئے جس سے اصل متن لکھا گیا ہو۔ (۲۸) کتابتِ مصاحف میں حروف کی باہم پہچان اور تمیز کے لئے یہ دوسری اصلاحی کوشش تھی۔

۱۳۔ ان دونوں قسم کے نقطوں میں فرق کرنے کے لئے الگ الگ اصطلاحات تھیں۔ پہلے (ابوالاسود والے) طریقے کو **نقط الحرکات**، **نقط الاعراب** یا **نقط الشکل** کہتے تھے۔ جب کہ دوسری قسم (نصر اور یحییٰ کے طریقے پر حرفوں کے نقطے لگانے) کو **نقط الاعجام** کہتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ نصر اور یحییٰ سے بہت پہلے ـــــ بلکہ دورِ صحابہؓ یا شاید اس سے بھی پہلے ـــــ **نقط الاعجام** موجود تھا۔ اس نظریے کے موافق اور مخالف دلائل موجود ہیں۔ (۲۹) تاہم یہ بات یقینی ہے کہ **نقط الاعجام للتمییز بین الحروف المتشابهة** کا استعمال اگر پہلے موجود بھی تھا تو بہت کم اور نادر ضرور تھا۔ مصحف (قرآن

مجید) کی کتابت میں اس نقط (الاعجام) کا استعمال یحییٰ اور نصر نے ہی بحکم حجاج شروع کیا۔ اور حجاج نے اس مفید "اصلاح" کے نفاذ کے لئے اپنی حکومت کی پوری مشینری اور اپنی ساری انتظامی صلاحیتوں کو صرف کیا۔(۳۰) اسی وجہ سے مؤرخین خط نقط اعجام کے اس طریقے کو "حجاج کا طریقہ" کہتے ہیں جب کہ رنگ دار نقاط برائے حرکات کے طریقے کو "ابوالاسود کا طریقہ" کہتے ہیں۔(۳۱)

۱۴۔ اس فن کی کتابوں میں مختلف حرفوں کے لئے مختلف تعداد کے نقطے (ایک' دو یا تین) اور ان کی جگہیں (اوپر یا نیچے) مقرر کرنے کی دلچسپ وجوہ اور اعجام کی مختلف صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں' جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔(۳۲) البتہ ایک اور بات جو خصوصاً قابل ذکر ہے' اگرچہ اس کا تعلق براہ راست علامات ضبط سے نہیں ہے' وہ یہ ہے کہ نصر اور یحییٰ نے حروف تہجی کی روایتی ابجد ھوز حطی والی عبرانی ترتیب بدل کر ان کو تقریباً یہ ترتیب دی' جو اب تک ہمارے ہاں رائج ہے۔ ترتیب میں یہ تبدیلی دراصل اس مقصد کیلئے عمل میں لائی گئی تھی تاکہ یکساں صورت والے حروف کو یکجا یکجا کر دیا جائے۔(۳۳)

۱۵۔ ابوالاسود کے نقطوں کی طرح یحییٰ اور نصر یا حجاج کے نقاط حروف اور ترتیب تہجی بھی حجاز کے راستے مغرب میں بھی قدرے اختلاف یا تنوع کے ساتھ اختیار کر لئے گئے مثلاً مغرب میں "ف" کے سرے کے نیچے ایک نقطہ "ڢ" اور "ق" کے اوپر ایک نقطہ "ڧ" اختیار کیا گیا۔(۳۴) وہاں کسی لفظ کے آخر پر واقع ہونے کی صورت میں ف ق ن اور ی کو کسی قسم کے علامتی نقطوں کے بغیر لکھا جانے لگا۔ اسی طرح اہل مغرب (خیال رہے اسلامی تاریخ میں مغرب سے مراد مصر کے علاوہ تمام افریقی ممالک اور اندلس ہوتے ہیں۔ آج کل صرف مراکش کو بھی مغرب کہہ لیتے ہیں) کے ہاں عربی کے حروف تہجی کی ترتیب بھی مختلف رائج ہو گئی۔ اہل مشرق (مصر اور تمام ایشیائی ممالک) میں تو یہ ترتیب یوں ہے : اب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ (بعض جگہ ہ و) اور ی۔ اس کے برعکس مغرب میں ر ز کے بعد سے یہ ترتیب اختیار کی گئی : ط ظ ک ل م ن ص ض ع غ ڢ ڧ س ش ہ و ی۔(۳۵)

۱۶۔ عباسی دور کے ابتدائی کئی برسوں ـــــ بلکہ تقریباً ایک صدی تک ـــــ کتابتِ

مصاحف کا یہی طریقہ رائج رہا (یعنی حرکات بذریعہ رنگ دار نقاط اور حرفوں کے نقطے مقابلتاً ان سے ذرا چھوٹے مگر کتابت متن والی سیاہی سے لکھنا)۔ تاہم یہ دو دو قسم کے نقطے لکھنے اور پڑھنے والے، ہر دو کے لئے صعوبت اور التباس کا سبب بنتے تھے۔ اس لئے آہستہ آہستہ اعجام کے نقطے محض قلم کے قط کے برابر ہلکی ترچھی لکیروں کی صورت میں ظاہر کئے جانے لگے۔(۳۶) البتہ جب عربی خط میں تحسین و جمال کے پہلو ظاہر ہوئے اور مختلف حسین و جمیل اقلام (اقسامِ خط) ایجاد ہوئے تو نقطِ اعجام کے لئے بھی، تحریر کے حسن و جمال اور حروف کے ہندسی تناسب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مناسب قط اور نقاط کی وضع اور شکل کے لئے بھی خوشخطی کے قواعد مقرر کر لئے گئے۔

۱۷۔ دریں اثناء ابوالاسود اور یحییٰ و نصر کے تلامذہ اور متبعین نے اس طریقے (نقط الاعراب) کو وسعت دیتے ہوئے کچھ مزید علامات وضع کیں (اگرچہ ان واضعین کے نام تاریخ نے محفوظ نہیں رکھے) مثلاً "سکون" کے لئے چھوٹی سی افقی (سرخ) لکیر باریک قلم سے حرف کے اوپر یا نیچے مگر اس سے الگ لگانے لگے۔(۳۷) اسی طرح "تشدید" کے لئے حرف کے اوپر قوس کی افقی شکل (ں) کا نشان اختیار کیا گیا جس کے دونوں سرے اوپر اٹھے ہوتے تھے۔ حرف منوّن پر فتحہ (زبر) کی صورت میں سرخ نقطہ اس قوس کے اندر (ٮ)۔ کسرہ (زیر) کے لئے نیچے (ٻ) اور ضمہ (پیش) کے لئے یہ نقطہ قوس کے دائیں سرے کے اوپر لگاتے (ں)۔ پھر کچھ عرصہ بعد علامت تشدید والی قوس (ں) پر حرف منوّن کی حرکت کے لئے نقطہ لگانا ترک کر دیا گیا اور اس کی بجائے مشدد مفتوح حرف کی صورت میں "قوس تشدید" حرف کے اوپر (ں) اور مکسور مشدد کے لئے حرف کے نیچے الٹی قوس (⌒) اور مشدد مضموم کے اوپر اوندھی شکل کی قوس (⌓) بنانے لگے۔(۳۸) اس کے بعد علامت تشدید کے طور پر صرف دال مقلوبہ (ے) بھی استعمال ہونے لگی۔(۳۹)

۱۸۔ ابوالاسود ہی کے طریق نقط کے تتبع میں "همزۃ الوصل" کے لئے زرد رنگ کا نقطہ اور "همزۃ القطع" کے لئے سرخ رنگ کا نقطہ اور بعض دفعہ همزۃ الوصل کے لئے سبز رنگ کا نقطہ اور همزۃ القطع کے لئے زرد رنگ استعمال ہوتا تھا۔(۴۰) ان علامات کے استعمال میں

بعض علاقائی میّزات بھی ہوتے تھے' مثلاً عراق اور شام میں ہمزہ کے لئے سرخ نقطہ (حرکات کی طرح) رائج تھا جب کہ مدینہ منورہ' بصرہ اور بلاد مغرب میں ہمزہ کیلئے زرد رنگ کے نقطہ کا رواج تھا۔ اس فرق کی وجہ سے آج بھی ہم کسی قدیم مصحف کے علاقہ کتابت یا زمانہ کتابت کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ (۴۱)

۱۹۔ اسی طرح تجویدی ضرورتوں کے مطابق اخفاء' اظہار' ادغام' اقلاب' کتابت ہمزہ کی مختلف صورتوں' ہمزہ اور الف یا دو "واؤ" یا دو "یا" کے اجتماع' زائد حرف کی شناخت اور "لا" میں لام اور الف کی تعیین وغیرہ جیسے امور کیلئے علامات اور ان کے استعمال کے تفصیلی قواعد وجود میں آئے۔ حتیٰ کہ یہ نظامِ نقط قرآن کریم کی تمام تجویدی اور صوتی ضروریات کیلئے خود مکتفی ہو گیا اور اس کو ایک مخصوص فن بنا دیا گیا' جس کی تفصیلات پر مستقل کتابیں لکھی گئیں' جن کا ذکر ہم ابھی آگے چل کر کریں گے۔ یہ بات یاد رہے کہ ابو الاسود یا ان کے متبعین کی وضع کردہ علاماتِ ضبط ہمیشہ متن کی سیاہی سے مختلف رنگ (عموماً سرخ) میں لکھی جاتی تھیں۔ نیز یہ نظامِ نقط زیادہ تر صرف کتابت مصاحف میں استعمال ہوتا تھا (۴۲) اور الدانی کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالعموم کاتب متن ایک شخص ہوتا تھا اور ناقط دوسرا شخص ہوتا تھا۔ اگرچہ بعض دفعہ کاتب اور ناقط ایک ہی شخص بھی ہوتا تھا۔ (۴۳) اب بھی دنیا میں اس طریق نقط و شکل کے مطابق لکھے ہوئے مصاحف کی خاصی تعداد مختلف جگہوں پر محفوظ ہے اور اگرچہ اصل تک تو بہت کم آدمیوں کی رسائی ہو سکتی ہے تاہم عصر حاضر کی طباعتی سہولتوں کی بنا پر اس قسم کے مصاحف سے رنگ دار نمونے مطبوعہ شکل میں مختلف کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں اور ان کے ذریعے نقط حرکات اور نقط اعجام کے قواعد کی عملی تطبیقات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ (۴۴)

۲۰۔ نقاط کی مشابہت سے پیدا ہونے والے التباس کے امکان کو کم کرنے کے لئے اور کتابت میں بیک وقت متعدد سیاہیوں کے استعمال کی صعوبت سے بچنے کے لئے ایک اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی (۴۵) مشہور نحوی اور واضع علم العروض الخلیل بن احمد الفراہیدی (م ۱۷۰ھ) نے وقت کی اس ضرورت کو نئی علاماتِ ضبط ایجاد کر کے پورا کیا (۴۶) اور یہی وہ علامات ضبط ہیں جو کم و بیش آج بھی ہر جگہ نہ صرف کتابت مصاحف میں

بلکہ کسی بھی مشکول عربی عبارت کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

۲۱۔ الخلیل نے نقط اعجام کو متن کی سیاہی سے لکھنا اسی طرح برقرار رکھا بلکہ اس نے حرفوں کے نقطوں کی تعداد اور ان کی جگہ کے تعین کے اسباب و علل بھی بیان کئے (۴۷)۔ البتہ اس نے الشکل بالنقاط کی بجائے الشکل بالحرکات کا طریقہ ایجاد کیا۔ یعنی فتحہ (زبر) کیلئے حرف کے اوپر ایک ترچھی لکیر(ـَـ) کسرہ (زیر) کیلئے حرف کے نیچے ایک ترچھی لکیر(ـِـ) اور ضمہ (پیش) کے لئے حرف کے اوپر ایک مخفف سی واؤ کی شکل (ـُـ) لگانا تجویز کیا اور تنوین کیلئے ایک کی بجائے دو دو حرکات (ـً ـٍ ـٌ) مقرر کیں۔

☆ ان حرکاتِ ثلاثہ کے علاوہ الخلیل نے پانچ نئی علاماتِ ضبط ایجاد کیں یا ان کے لئے (حرکاتِ ثلاثہ کی طرح) ایک نئی صورت وضع کی۔ الخلیل کی علامات دراصل حرکت کی صوتی مناسبت سے کسی باریک سے حرف یا علامت کے نام یا اس کے کسی حصے کی مخفف شکل تھیں۔ گویا ہر علامت ضبط اپنے مدلول پر دلالت کرتی تھی (ابو الاسود والے طریقے میں دال اور مدلول میں ایسی کوئی مناسبت نہیں تھی) مثلاً الخلیل نے فتحہ کے لئے "الف صغیرہ مبطوحہ" (چھوٹا سا ترچھا الف)، کسرہ کے لئے "یاء کا مخفف سرا" (ـے) اور ضمہ کے لئے "واؤ کی مخفف صورت" اختیار کی (۴۸)۔ اسی طرح اس نے سکون کے لئے حرف ساکن کے اوپر "ہ" یا "د" کی علامت وضع کی جو لفظ "جزم" کے ج یا م کے سرے کا مخفف نشان ہے۔ شدہ یا تشدید کیلئے اس نے حرفِ مشدد کے اوپر "س" لگانا تجویز کیا جو "ش" کے سرے سے ماخوذ ہے۔ مدہ یا تمدید کے لئے حرف ممدود کے اوپر "ـــہ" کی علامت اختیار کی جو دراصل خود لفظ "مد" ہی کی دوسری یا مخفف شکل ہے۔ اسی طرح "ہمزۃ الوصل" کے لئے الف کے اوپر "صـ" یعنی "صلہ" کے "ص" کی ایک صورت اور ہمزۃ القطع کیلئے "ء" کی علامت وضع کی جو حرف عین (ع) کے سرے سے ماخوذ ہے (۴۹)۔ کہتے ہیں کہ الخلیل نے "روم" اور "اشمام" کے لئے بھی علامات وضع کی تھیں (۵۰)۔

۲۲۔ الخلیل کی ایجاد کردہ علامات کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں کتابت کے لئے دو سیاہیاں استعمال کرنا لازمی نہ تھا بلکہ متن (قرآن) اور علامات ضبط سب ایک ہی

سیاہی سے لکھے جانے لگے۔ اس سے کتابت میں صعوبت اور قراءت میں التباس کے امکانات کم تر ہو گئے' اس لئے یہ طریقہ بہت جلد مقبول ہو گیا۔ آج کل دنیا بھر میں کتابت مصاحف کے لئے علاماتِ ضبط کا یہی طریقہ رائج ہے۔ البتہ ضرورتاً ـــــ اور بعض جگہ رواجاً ـــــ اس میں مزید اصلاحات اور ترمیمات کا عمل جاری رہا۔ مثلاً افریقی ممالک کے مصاحف میں اور برصغیر یا وسط ایشیا کے خط بہار میں لکھے ہوئے مصاحف میں یہ حرکات ترچھی ڈالنے کی بجائے بالکل افقی ڈالی جاتی ہیں۔ چین میں تشدید "ـّ" کی بجائے "س" کے سرے کے دو دندانے لکھ کر آخر میں ذرا کھینچ دیتے ہیں "ىد" اسی طرح ضمہ کی شکلیں بھی بعض ممالک میں مختلف ہوتی ہیں [مثلاً ۶ ۹ ىـ ٯ ے وغیرہ]۔ مگر یہ سب الخلیل ہی کے طریقے کا تتبع یا تنوع ہے۔ الخلیل کی وضع کردہ علاماتِ ضبط' کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کی اصلاح یا تکمیل کی تیسری کوشش تھی جو ایک بڑے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۵۱)

(جاری ہے)

حواشی

۱۷۔ مختلف روایات کے حوالوں کے لئے دیکھئے غانم ص ۴۹۱ اور ابوالاسود کی شخصیت کے تعارف کے مصادر کے لئے اسی (غانم) کا ص ۹۸۔۴۹۷ (حواشی نمبر ۳۳ تا ۴۱) نیز الاعلام جلد سوم ص ۳۴۰۔

۲۰۔ حوالہ مذکورہ بالا نیز قصہ ص ۵۲' غانم ص ۵۰۱ بعد اور المحکم ص ۴ بعد۔

۲۱۔ الکردی ص ۸۵' المحکم (مقدمۂ محقق) ص ۲۹۔۲۸

۲۲۔ اس موضوع پر مفصل اور دلچسپ بحث کے لئے دیکھئے غانم ص ۱۶۔۵۰۹

۲۳۔ المقنع ص ۱۲۵

۲۴۔ ایک مدت تک بعض اہل علم قرآن کے ہر ایک حرف پر علامت ضبط لگانے کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ علامت ضبط صرف التباس سے بچنے کے لئے لگانی چاہئے۔ دیکھئے المصاحف ص ۱۴۴ نیز اس موضوع پر ذرا تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے غانم ص ۵۲۴ بعد۔

۲۵۔ الکردی ص ۸۷' الجبوری ص ۱۵۳

۲۶۔ المنجد ص ۱۲۷

۲۷۔ صفدی ص ۱۳

۲۸۔ قصہ ص ۵۲' الزنجانی ص ۹۰

۲۹۔ صفدی ص ۱۳' غانم ص ۵۳۸ بعد اور المنجد ص ۱۲۵ بعد۔ المورد ص ۱۲

۳۰۔ فضائلی ص ۱۳۷‘ الکردی ص ۹۵ نیز صفدی ص ۱۳

۳۱۔ لنگز(I) ص ۲۰ بعد جہاں Ib اور اس کے بعد متعدد اندراجات میں یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ نیز صفدی ص ۱۴

۳۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ابن درستویہ ص ۵۴ بعد‘ المحکم ص ۳۵ بعد‘ الکردی ص ۹۵۔ ۹۴‘ غانم ص ۵۵۶ بعد اور فضائلی ص ۱۳۷

۳۳۔ الخط العربی ص ۱۲‘ الکلاک ص ۵۲ بحوالہ الرافعی‘ فضائلی ص ۱۳۸‘ غانم ص ۵۷۱ بحوالہ البلوی۔ مؤخر الذکر مرجع میں اس ترتیب جدید کی نصر اور یحیی کی طرف نسبت کو محل نظر اور اسے حفنی ناصف کے ایک غیر مستند قول پر مبنی قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس ترتیب کے بعد از اسلام ظہور اور کم از کم الخلیل بن احمد کے زمانہ (اواخر قرن دوم) تک ”معروف“ ہونے کا اقرار بھی کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نفس المرجع (یعنی غانم) ص ۵۷۱-۵۷۲

۳۴۔ اور اس تنوع پر ایک دلچسپ تبصرہ کے لئے دیکھئے الکردی ص ۹۵۔ ۹۴

۳۵۔ المحکم ص ۳۶‘ المصور ص ۳۳۵ و ۳۳۸

۳۶۔ غانم ص ۵۶۱-۵۶۲۔ اور اس طرز تحریر کا نمونہ دیکھنے کے لئے دیکھئے لنگز (I) پلیٹ نمبر II و III اور لنگز (II) کی پلیٹ نمبر ۱‘ ۸۔ نیز آربری کی پلیٹ نمبر ۱۵ (مؤخر الذکر رنگ دار نہیں۔ تاہم دونوں قسم کے نقاط کا صاف پتہ چل جاتا ہے)

۳۷۔ المحکم (مقدمہ محقق) ص ۳۹ جہاں رنگ دار نمونہ بھی دیا گیا ہے۔

۳۸۔ الجبوری ص ۱۵۳‘ الکردی ص ۸۶-۸۷‘ الزنجانی ص ۸۸ اور عبود ص ۴۰‘ المقنع ص ۱۳۰ اس کا نمونہ دیکھئے آربری پلیٹ نمبر ۱ (اول)

۳۹۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۳۷ مذکورہ بالا۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (المحکم) ص ۵۰ بعد اور الطراز ورق ۲۸ الف و ب‘ جہاں اس کو تشدید اہل مدینہ کہا گیا ہے۔

۴۰۔ الزنجانی ص ۹۰‘ المحکم ص ۸۴ بعد۔

۴۱۔ المنجد ص ۱۲۷۔ ۴۲۔ الزنجانی ص ۹۰

۴۳۔ مثلاً المحکم ص ۹ پر بعض مشاہیر نُقّاط کا ذکر ہے اور اسی کتاب میں متعدد جگہ پر ”نقاط اندلس“ ”نقاط مدینہ“ وغیرہ کا حوالہ موجود ہے۔

۴۴۔ مثلاً دیکھئے آربری پلیٹ نمبر ۱‘ لنگز (I) پلیٹ نمبر ۲‘ ۱۳ اور لنگز (II) پلیٹ نمبر ۱‘ ۲‘ ۳‘ ۴‘ ۵‘ ۶‘ ۷ اور ۸

۴۵۔ قصہ ص ۵۲‘ صفدی ص ۱۳‘ فضائلی ص ۱۳۸‘ الکردی ص ۹۱‘ غانم ص ۵۰۵ بعد۔

۴۶۔ الطراز ورق ۳/ب‘ ۴/الف۔ نیز اس ”نابغۂ عصور“ ہستی کے تعارف اور اس کے اصل

مراجع کے لئے دیکھئے الاعلام ج ۲ ص ۳۶۳ اور جرجی ج ۲ ص ۴۴۱ حاشیہ شوقی ضیف ۷۴۔

۴۷۔ تفصیل کے لئے دیکھئے المحکم ۳۶۔۳۵ اور غانم ص ۵۵۵ بعد۔

۴۸۔ الطراز ورق ۵/ب، الکردی ص ۹۱

۴۹۔ قصہ ص ۵۳، عبود ص ۳۹ بعد۔ مجلہ الکلیہ ص ۳۳۰، فضائلی ص ۳۹۔۳۸ اور غانم ص ۵۸۹ بعد۔

۵۰۔ المحکم ص ۶، عبود ص ۳۹ جہاں مصنف نے علامت روم و اشمام سے عدم واقفیت کا ذکر کیا ہے مگر غانم نے (ص ۵۰۸) سیبویہ تلمیذ الخلیل کے حوالے سے ان علامات کی صورت کا ذکر کیا ہے۔

۵۱۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۴۹ مذکورہ بالا۔

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

شہیدِ مظلوم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

■ یہود نے عہدِ صدیقی رضؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنادیا۔

■ وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانی ابولؤلؤ فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں

■ علی مرتضیٰ رضؓ کی طرح حضرت حسین رضؓ بھی قاتلینِ عثمان رضؓ کی سازش کا شکار ہوتے

■ سیّد الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون ہے؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

تعمیرِ شخصیت اور فلاحِ انسانیت (۲)

سید توقیر حسین شاہ

فلاح انسانیت

اسلام فرد کی انفرادیت کو بنیاد قرار دیتا ہے اور اجتماعیت کو فرد ہی کی اصلاح و فلاح کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔ سیرتِ طیبہ کے نقطۂ نظر سے فرد کی تربیت کا مقصد اس کی شخصیت کی ایسی متوازن تعمیر ہے جس سے نہ صرف یہ کہ وہ خود صالح بن سکے بلکہ انسانیت کی فلاح اور نشوونما کا باعث بھی ہو۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ (سبا : ۲۸)

"اور ہم نے آپ کو ساری انسانیت کے لئے بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا"۔

لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی سیرت ایسی بے مثال ہے جس میں نہ صرف ایک شخص کی متوازن تعمیر کے لئے بلکہ ساری انسانیت کی فلاح اور نشوونما کے لئے تعلیمات موجود ہیں۔ آپ نے انفرادی طور پر شخصیت کی تعمیر و تربیت کر کے اسے معاشرے کا فعال فرد بنا دیا جو کہ پوری کی پوری انسانیت کی فلاح کا باعث بنا۔ انبیاء کے ماسوا کوئی عنصر تاریخ میں ایسا دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو ــــ پورے کے پورے انسان کو، اجتماعی انسان کو ــــ اندر سے بدل سکا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی دعوت نے پورے کے پورے انسان کو، اجتماعی انسان کو، اندر سے بدل دیا اور صبغۃ اللّٰہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے بازار تک، مدرسہ سے عدالت تک اور گھروں سے میدان جنگ تک چھا گیا۔ ذہن بدل گئے، خیالات کی رو بدل گئی، نگاہوں کا زاویہ بدل گیا، عادات و اطوار بدل گئے، رسوم و رواج بدل گئے اور انسانیت فلاح کے راستے پر گامزن ہو گئی۔[۳۲] انسانیت کی شاید سب سے بڑی بدنصیبی